© rasailojaraid.com

ہندوستان کے عربی فارسی کتابخانے

از مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی ناظم کتابخانۂ عالیہ رامپور

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے عرب اور ہند کے درمیان تجارتی رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں عربوں کے پاس بہت زیادہ اور علم کم تھا اس لئے ہندوستان میں عربی کتابوں کی تلاش بیکار ہے۔ البتہ ایران کے قدیم باشندے ہندیوں کے ہم نسل تھے اور وہاں کا تمدن اپنے پڑوسی ملک کے تمدن کا ہمجولی تھا۔ اس لئے بعید نہیں کہ سنسکرت کے پستکالوں میں ژند واوستا وغیرہ فارسی کتابیں پائی جاتی ہوں۔ مگر اس قیاس پر تاریخی شہادت کا ملنا دشوار ہے۔

عربی کتاب خانے | عربوں میں کتابیں لکھنے اور جمع کرنے کا رواج دمشق کے خلفائے بنی امیہ کے عہد میں شروع ہوا۔ چنانچہ اس خاندان کے ایک فرد خالد اموی نے ساتویں صدی عیسوی کے آخر یا آٹھویں کے شروع میں طب، نجوم، اور کیمیا کی کچھ کتابیں غیر زبانوں سے عربی میں ترجمہ کرا کے ایک چھوٹا سا کتاب خانہ مرتب کیا تھا۔ لیکن کتابیں لکھنے اور جمع کرنے کا عام شوق بغداد کے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس نے سنسکرت، یونانی، سریانی، قبطی اور ایرانی زبانوں کی علمی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے بہت بڑا محکمہ قائم کیا تھا۔ اس محکمہ کی شہرت ہندوستان پہنچی تو یہاں کا ایک ریاضی داں پنڈت سنسکرت کی اور کتابوں کے ساتھ ہیئت کی مشہور کتاب "سدھانتا" کا نسخہ لیکر ۱۵۶ھ / ۷۷۲ء میں اس کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے کتاب پسند کی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے درباری مترجم محمد بن ابراہیم فرازی سے اس کا عربی میں ترجمہ کرالیا۔

ہارون رشید کے زمانہ میں عرب، ہندی تعلق اتنا بڑھ گیا کہ خلیفہ اور ہندی راجوں کے درمیان دوستانہ خط وکتابت ہونے لگی۔ اتفاقاً ہارون ایسا سخت بیمار ہوا کہ ملک کے طبیب علاج سے ہار گئے بغداد میں ایک ہندی طبیب "منکا" کی بہت شہرت تھی۔ ہارون نے اُسے ہندوستان سے بلا کر بغداد کے برمکی شفاخانہ کا افسرِ اعلیٰ بنا دیا۔ اس فلسفی طبیب نے سنسکرت کی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ ہارون کے دربار میں اور ہندو فلسفی اور طبیب بھی ملازم تھے۔ جن میں سے ایک ابن دھن کے نام سے مشہور ہے، یہ بھی برمکی شفاخانہ کا افسر رہا ہے اور کئی سنسکرت کتابوں کا مترجم ہے۔

ہارون کے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک مسلمان عالم اس غرض سے ہندوستان بھیجا کہ یہاں کے رسم و رواج، مذہبی عقائد، اور جڑی بوٹیوں کی تحقیقات کرے۔ اس نے بغداد واپس پہنچ کر ایک رپورٹ پیش کی تھی، جو ابن ندیم نے تیسری صدی ہجری میں دیکھی تھی۔ غالباً اس رپورٹ پر ہارون رشید نے علما کا ایک وفد ہندوستان کے پنڈتوں سے مذہبی گفتگو کرنے کے لئے روانہ کیا۔

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہارون رشید کے عہد تک جس نے سنہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء سے سنہ ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء تک سلطنت کی ہے، ہندوستان (یا دوسرے لفظوں میں سندھ) کے پنڈت اور راجے عربی زبان اور اس کی کتابوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے اور ان کے پاس عربی کتابوں کے ذخیرے یا کتاب خانے تھے، ورنہ مسلمان عالموں کے وفد سے ان کی گفتگو ادھوری رہتی۔ لیکن افسوس کہ آٹھویں صدی عیسوی کے ان عربی کتاب خانوں کا ذکر ہندوستان کی فارسی تاریخوں میں مطلق نہیں کیا گیا ہے۔

فارسی کتاب خانے ایران کی پرانی زبان نے مسلمانوں کے میل جول کے بعد جو صورت اختیار کی اسی کو ہم عام طور پر فارسی زبان کہتے ہیں۔ اس زبان میں عربی انداز کی شعر گوئی کی ابتدا ماموں رشید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عباسی کے زمانہ میں بتائی جاتی ہے لیکن نثر میں کتابیں لکھنے کا رواج خراسان کے سامانی بادشاہوں کے زمانہ میں ہوا۔ رفتہ رفتہ سلطان محمود کے وقت تک نثر و نظم کی کتابوں کی خاصی تعداد پیدا ہوگئی۔ جن میں طبری کی تفسیر اور تاریخ کے ترجمے، فردوسی کا شاہنامہ اور رودکی، عنصری وغیرہ کے دیوان قابلِ ذکر ہیں۔

سلطان محمود کے ہندوستان پر حملوں نے یہاں کے راجوں مہاراجوں کو غزنی کے دربار سے دوستی یا دشمنی کا رشتہ پیدا کرنے پر مجبور کیا جس کے لئے ضروری تھا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی زبان سے واقف ہوں۔ بالخصوص سفیروں اور شاہی ہمنشینوں کے لئے ان دونوں زبانوں میں مہارت لازمی تھی۔ ان حالات میں پنجاب اور سندھ میں فارسی کتابوں کا سنسکرت پستکالوں کے اندر پایا جانا تاریخی قیاس کے مخالف نہیں۔ لیکن خود فارسی تاریخ اس سلسلہ میں چپ ہے، اور قطب الدین ایبک سے پہلے کے کسی کتابخانہ کا پتہ نہیں بتاتی۔

کتابخانوں کے اقسام | ہندوستان کے اسلامی کتاب خانوں میں ہر زبان کی کتابیں ہوتی تھیں اس لئے ہمیں ان مخلوط کتابخانوں کو دو قسموں میں بانٹنا چاہیے۔ پہلی قسم شخصی کتابخانوں کی ہے، جس میں شاہی اور نجی ذخیرے شامل ہیں۔ دوسری قسم وقفی کتابخانوں کی ہے، جس میں مدرسی اور عام کتابخانے شامل ہیں۔

شاہی کتابخانے | سب سے پہلے ہندوستان کے شاہی کتابخانوں کو لیجیے۔ ان میں سب سے پرانا تو سندھ کا شاہی کتابخانہ ہوگا لیکن اس کے حالات تاریخ کے پردہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ البتہ دلی کے کتابخانہ کے اکا دکا حالات ملتے ہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ کتابخانہ شہاب الدین غوری کے غلام قطب الدین ایبک نے اپنے عہد میں قائم کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ بچپن میں اپنے ایک فاضل آقا قاضی فخر الدین کے بچوں کے ساتھ تمام علوم و آداب کی تحصیل کر چکا تھا۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شمس الدین التمش کے بیٹے ناصر الدین محمود کے حضور میں قاضی منہاج سراج نے اپنی تاریخ طبقاتِ ناصری کا نسخہ پیش کیا تھا اس لئے اس کتاب کو شاہی کتابخانہ کی پہلی اینٹ کہا جا سکتا ہے۔

غیاث الدین بلبن کے دربار میں علما، شعرا اور اہلِ ہند کا ایسا مجمع ہوا کہ اس کے سامنے محمود اور سنجر کے دربار پھیکے پڑ گئے۔ اس کا بڑا بیٹا محمد سلطان، حاکم ملتان بھی بڑا ذہین، خوش ذوق اور وسیع النظر ادیب تھا اور اس کے کتابخانے میں ایران کے پرانے پرانے شاعروں کا کلام محفوظ تھا۔ اس لئے خود بلبن کے محل میں اس سے بڑھا چڑھا کتابخانہ ہونا چاہیئے۔ مگر تاریخ میں صرف ایک کتاب کا ذکر آیا ہے جو سلطان کی مرتب کی ہوئی تھی اور اس کے انتقال کے بعد بادشاہ نے اپنے ایک امیر علی جامدار کو دیدی تھی۔

جلال الدین خلجی کے زمانہ میں امیر خسرو مصحف داری کی خدمت پر مامور تھے جو کتابدار کی طرح کتابخانۂ شاہی کا انتظامی عہدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس خاندان کے عہدِ حکومت میں امیر خسرو اور حسن سنجری وغیرہ علما و شعرا کی کتابیں شاہی کتاب خانہ میں داخل ہوئیں، جن میں سے مثنوی نہ سپہر کے انعام میں مبارکشاہ خلجی نے خسرو کو ہاتھی کے ہموزن سونا چاندی عطا کیا تھا۔

سلطان محمد تغلق طب، نجوم، حکمت، ریاضی اور منطق کا بڑا عالم تھا، اس نے تاریخ کا مطالعہ بھی بہت کیا تھا۔ فرشتہ کہتا ہے کہ یہ اپنے درباری حکیموں اور فلسفیوں سے بحث مباحثہ کرتا تو اپنے قول کے ثبوت میں پچھلے فلاسفروں کی کتابیں پیش کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کتابخانہ میں تاریخ اور فلسفہ کی قدما کی کتابیں بہت تھیں مگر تاریخِ فرشتہ میں کتاب مشارق اور بو علی سینا کی کتاب الشفا کا نام آیا ہے۔ کتاب الشفا کا یہ نسخہ جسے یاقوت مستعصمی نے ایک جلد میں لکھ کر تمام کیا تھا، کسی ایرانی نے بادشاہ کو تحفہ میں دیا تھا۔ بادشاہ نے ازراہِ قدردانی اُسے دو لاکھ مثقال یا اس سے کچھ زیادہ انعام میں عطا کئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیروز شاہ تغلق کتابوں کا بڑا شوقین تھا ۷۷۲ھ ۱۳۷۰ء میں اس نے نگرکوٹ کا قلعہ فتح کیا تو مخبروں نے اطلاع دی کہ جوالامکھی کے مندر میں سنسکرتی کتابوں کا بڑا اچھا کتابخانہ ہے جس میں پرانے پنڈتوں کی تیرہ سو کتابیں محفوظ ہیں۔ بادشاہ نے ان کتابوں کو شاہی کتابخانہ میں داخل کر کے سنسکرت کے عالموں سے کئی کتابوں کے فارسی ترجمے کرائے۔ دلائل فیروز شاہی، جسے اعزالدین خالد خانی نے فارسی نظم میں لکھا ہے اسی کتابخانہ کی ایک کتاب کا ترجمہ ہے یہ تمام کتابیں شگون، فال، حکمتِ طبیعی اور کشتی کے فن پر تھیں۔ بدایونی نے ۱۰۰۰ھ میں یہ ترجمے لاہور کے کسی کتابخانہ میں دیکھے تھے۔

غالباً تغلق خاندان کے آخری بادشاہ ناصرالدین کے عہد میں امیر تیمور کی فوج نے دلی کے مال و اسباب کے ساتھ کتابخانہ بھی لوٹ لیا اور یہ جواہرات ہندوستان سے ایران منتقل ہو گئے سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں دلی کے شاہی کتابخانہ نے پھر جنم لیا۔ اس بادشاہ نے علمائے ملک کی ایک مجلس بحث قائم کی تھی جس میں خود بھی حصہ لیا کرتا تھا۔ اہل علم نے بادشاہ کی توجہ دیکھ کر مختلف علموں پر کتابیں لکھیں، اور ان کے نسخے بادشاہ کے حضور میں پیش کئے، ان کتابوں میں کی ایک فرہنگ سکندری اور دوسری خواص خان لودی کے بیٹے میاں بھووا کی معدن الشفا ہے جو ویدک کی ھندی کتابوں سے مرتب کی گئی تھی۔

ابراہیم لودی کے بعد سلطان بابر اس کتابخانہ کا مالک قرار پایا۔ اس کے زمانہ میں ابراہیم لودی کے ایک سردار دولت خاں کے بیٹے غازی خاں کا کتابخانہ بھی شاہی قبضہ میں آیا بادشاہ نے اس کا ایک حصہ خود رکھ کر دوسرا ہمایوں کو عطا کیا اور باقی کتابیں کامران کو کابل بھیجدیں ہمایوں نے شیر شاہ سے شکست کھائی تو اس وقت اُس کے پاس صرف دیوانِ حافظ شیرازی کا ایک نسخہ تھا جسے فال دیکھنے کے لئے وہ ساتھ رکھتا تھا۔ باقی کتابیں لٹ گئیں۔ دوبارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تخت حاصل کرکے اس نے پھر کتابخانہ شاہی قائم کیا۔ ہمایوں کے قلعے ہیں جس کمرے کو کتابخانہ کہا جاتاہے وہ بہت چھوٹا ہے۔ اگر رہبروں کی یہ نشان دہی ٹھیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انتقال تک کتابخانہ میں تھوڑی سی کتابیں تھیں۔

اکبر اعظم مغلیہ خاندان کا روشن سورج ہے۔ اس کے زمانہ میں سارا ہندوستان (دکن کی بعض سلطنتوں کو الگ کرکے) دلی سے وابستہ ہوگیا تھا۔ اس لئے بنگال، بہار، جونپور، مالوہ، خاندیس، گجرات، کشمیر، قندھار اور کابل کے سارے علمی ذخیرے سمٹ کر دلی کے شاہی کتابخانے میں جمع ہوگئے۔ اکبر نے اس کے دو حصے کرکے کچھ حرم سرا میں اور کچھ باہر قلعے میں رکھا۔ اس کی علمی و فنی تقسیم و ترتیب کے لئے ضابطے اور آئین بنائے اور ہندوستان و ایران کے چنے ہوئے خوشنویس، مصور اور صحاف ملازم رکھے۔

اکبر کے بعد، جہانگیر، شاہجہاں، اور عالمگیر کے عہد میں اس کتابخانہ نے اور ترقی کی۔ بعد ازاں سلطنت کی کمزوری کے ساتھ یہ بھی اجڑنے لگا، حتیٰ کہ نادرشاہ نے حملہ کیا اور غالباً تختِ طاؤس اور کوہِ نور کے ساتھ اس کا بڑا حصہ بھی ایران چلا گیا۔ بچی کھچی کتابیں مرہٹوں کے زور نے ہندوستان میں بکھیر دیں۔ میر عالم حیدرآبادی کا بھائی عبداللطیف شستری شاہ عالم ثانی کے عہد میں دلی پہنچا، تو اس کتابخانہ کا عدم و وجود برابر تھا۔ اس لئے اُس نے دلی کے ذکر میں اس کا نام تک نہیں لیا۔ اور آصف الدولہ کے کتاب خانے کے داروغہ کی زبانی یہ بیان کیا کہ لکھنؤ کے کتابخانے میں کئی سو جلدیں مصنفین کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ جو تیموری سلطنت کے بگڑنے کے بعد یہاں پہنچی تھیں۔ تاہم ظفر شاہ کے وقت تک کچھ نہ کچھ کتابیں شاہی کتابخانہ میں تھیں۔ چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ولیعہد کے توسط سے وہاں سے کتابیں پڑھنے کے لئے لاتے تھے۔ غدر کے ہنگامے نے یہ بساط بھی الٹ دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دکن کے شاہی کتابخانے احمد نگر کے نظام شاہی خاندان کے پاس بھی عمدہ کتابخانہ تھا۔ فرشتہ نے مرتضیٰ نظام شاہ بحری کی ملازمت کے زمانے میں شاہی کتاب خانے میں ایک رسالہ دیکھا تھا، جس میں دکن کے بہمنی بادشاہ علاء الدین حسن کے نسب کی تحقیق کی گئی تھی۔

گولکنڈہ کا قطب شاہی خاندان بھی علم و فضل کا شیدائی تھا۔ کتاب خانہ ریاست رامپور میں قطب شاہی کتاب خانے کی متعدد کتابیں محفوظ ہیں۔ ان میں کی ایک کتاب جہانِ دانش ہے اس کے سرورق پر عبداللہ قطب شاہ کی مہر اور محمد قطب شاہ کی مہر اور ۱۰۳۲ھ کی دستخطی تحریر ہے جس میں مصنف کا نام اور زمانہ بتایا گیا ہے۔ غالباً عالمگیر کے زمانہ میں یہ کتاب خانہ دلی کے شاہی کتابخانے میں گھُل مل گیا۔

بیجاپور کے عادلشاہی دربار پر اکبر و جہانگیر کو رشک آتا تھا۔ فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ ابراہیم عادل شاہ کے کارنامے سراہنے کے لئے لکھ کر اس کا نام "گلشنِ ابراہیمی" رکھا ہے۔ اس کے صفحات میں مینا بازار کی تعریف تو مبالغہ کی حد تک کی گئی ہے مگر عادل شاہی کتابخانے کا تذکرہ ایک جملہ میں بھی نہیں کیا۔ البتہ مآثر رحیمی کے مصنف نے مولانا محمد باقر کاشانی کے حال میں لکھا ہے کہ ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۷ء میں ابراہیم عادل شاہ نے اُنھیں اپنے کتابخانے میں ملازم رکھا تھا جہاں وہ ۲۰ سال سے برابر کام کر رہے ہیں۔ کتابخانہ ریاست رامپور میں اس بادشاہ کے بھی کئی مہری نسخے موجود ہیں۔ ہندوستان اور بیرونِ ہند کے دوسرے کتابخانوں کی فہرستوں سے بھی بہت سے عادل شاہی نوادرات کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے کتاب خانے کے نسخوں پر۔ کتابخانۂ ہمایوں اشرف اقدس اعلیٰ ابراہیم عادل شاہ خلداللہ ملکہ خوشخط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔

خاندیس کے فاروقی بادشاہوں کا کتابخانہ قلعہ آسیر میں رہتا تھا۔ ۱۰۱۳ھ ۱۶۰۴ء میں فرشتہ ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی کے ڈولے کے ساتھ برہان پور گیا ہے تو قلعہ آسیر فتح ہو چکا تھا۔ اور

© rasailojaraid.com

کتابخانے کی نگرانی خواجہ علی اسفرائینی کے متعلق تھی۔ انھوں نے فرشتہ کی فرمائش پر کتاب خانہ سے ایک یادداشت نکالی، جس میں فاروقی سلاطین کا نسب درج تھا۔ اسی کی رو سے تاریخِ فرشتہ میں اُن کے نسب کی تحقیق کی گئی ہے۔

کشمیر کے بادشاہ سلطان زین العابدین (۸۲۶ھ تا ۸۷۷ھ / ۱۴۲۲ء-۱۴۷۲ء) نے ایک دارالترجمہ قائم کیا تھا جس میں فارسی سے ہندی اور ہندی سے فارسی زبان میں کتابوں کے ترجمے کئے جاتے تھے۔ چنانچہ کشمیر کے پرانے بادشاہوں کی تاریخ راج ترنگی اُسی کے حکم سے پہلی بار فارسی میں ترجمہ ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ اس بادشاہ کے پاس کتنا بڑا اور عمدہ کتابخانہ تھا۔

جونپور کے شاہی کتابخانہ کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ لیکن مشیر خاندان اور خصوصیت کے ساتھ ابراہیم شاہ شرقی کی علم پروری اور ہنر نوازی نے جونپور کو بغداد اور قرطبہ سے بڑھا چڑھا دیا تھا۔ فتاوی ابراہیم شاہیہ جسے ہندوستان اور یورپ کے فہرست نگاروں نے ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری کی طرف منسوب بتایا ہے اس شرقی ابراہیم شاہ کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کتابیں بھی اس کے نام پر تصنیف ہوئی ہیں لہذا کم از کم یہ کتابیں تو اس کے کتابخانہ میں ضرور ہوں گی۔

گجرات میں سلطان محمود کے غلام اعتماد خاں نے جو اپنے آقا کے انتقال کے بعد مظفر شاہ کے لقب کے ساتھ بادشاہ بن بیٹھا تھا، احمد آباد میں بڑا نایاب کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اکبر کے عہد میں گجرات فتح ہوا اور بادشاہ کے حضور میں لوٹ کی کتابیں پیش کی گئیں تو بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے سب کی سب درباری امیروں اور عالموں میں تقسیم کر دیں۔ ان میں سے کچھ کتابیں مورخ بدایونی کو بھی ملی تھیں۔

لکھنؤ کا کتاب خانہ | دلی اجڑ کر لکھنؤ آباد ہوا تو اہلِ علم کے ساتھ کتابیں بھی یہاں بسنا شروع ہو گئیں اور دیکھتے دیکھتے لکھنؤ کا شاہی کتاب خانہ بہت عظیم الشان علمی خزانہ بن گیا۔ میر عبداللطیف شستری نے

© rasailojaraid.com

نواب آصف الدولہ کے عہدِ حکومت میں اس کتاب خانے کی زیارت کی تھی وہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ اس کتاب خانے میں عربی، فارسی اور انگریزی کے تمام علوم وفنون، نظم، نثر اور تاریخ وغیرہ کے تین لاکھ چیدہ، خوشخط اور نفیس نسخے محفوظ ہیں اور ہر سو نسخوں کی دیکھ بھال پر ایک شخص مقرر ہے۔ اگلے پچھلے خوشنویسوں کے ہاتھ کے کتبے، ایران، ہندوستان، روم اور یورپ کے مصوروں کے قلم کی تصویریں اتنی ہیں کہ عمر بھر میں بھی نہیں دیکھی جاسکتیں۔ مہتمم کتب خانہ نے مجھ سے بیان کیا کہ پانچ سو نسخے مصنفین کے قلم کے لکھے ہوئے ہمارے یہاں ہیں جو سلطنتِ تیموری کے بگڑنے کے بعد شاہِ اودھ کے قبضے میں آگئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ شاہِ اودھ کے تمام خزانے، دفینے اور سونے چاندی اور جواہرات کا سامان اس کتاب خانے کے مقابلہ یک قیمت کا بھی نہیں۔

لیکن ۱۸۴۸ء میں ڈاکٹر اشپرنگر شاہانِ اودھ کے کتابخانوں کی فہرست بنانے کے لئے حکومتِ ہند کی طرف سے لکھنؤ بھیجا گیا، تو اُسے صرف دس ہزار کتابیں مل سکیں جو تین علیحدہ علیحدہ عمارتوں میں رکھی ہوئی تھی۔ ان میں سے جو تین ہزار نسخے موتی محل میں اور ایک ہزار کوٹھی فرح بخش میں تھے، ان کی حالت بہتر تھی لیکن کتابخانے کا بڑا حصہ جو توپخانے کی عمارت کے ایک گوشہ میں بھر دیا گیا تھا چوہوں کی آماجگاہ تھا۔ اس کتاب خانہ کا آغاز حافظ رحمت خاں کے لاجواب ذخیرے سے ہوا۔ جسے پرانے دولتخانے کی عمارت میں، جو رومی دروازے اور گومتی کے آہنی پل کے درمیان ایک اونچے مقام پر واقع تھی، رکھا گیا تھا۔ بعدازاں اس کو ترقی ہوئی بالخصوص غازی الدین حیدر بادشاہِ اودھ نے اس کو خوب مالا مال کیا۔

اگرچہ یہ ذخیرہ غدر سے پہلے ہی لٹنا شروع ہوگیا تھا لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد بالکل برباد ہوگیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجی کتاب خانے پرانے نجی کتابخانوں کی تعداد معلوم کرنا اور کسی ریت کے ٹیلے کے ذروں کو گننا دونوں برابر ہیں۔ ہندوستان کا کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جہاں ایک دو عالم نہ بستے ہوں اور چونکہ اُس زمانے کے لوگ کتاب مانگے میں دینے کو بیوقوفی اور مانگ کر واپس کردینے کو گدھا پن کہا کرتے تھے، اس لئے ہر پڑھے لکھے کے پاس چھوٹا موٹا کتابخانہ ہونا ضروری تھا۔ تاریخ میں جن دو چار مشہور نجی کتابخانوں کا تذکرہ ملتا ہے، ان میں سے ایک سلطان غیاث بلبن کے بیٹے محمد سلطان کا کتاب خانہ تھا۔ یہ شاہزادہ کئی سال تک ملتان کا حاکم رہا اور عین جوانی میں شہید کردیا گیا۔ اس کے علم ودانش کی یہ حالت تھی کہ امیر خسرو جیسا عدیم المثال ادیب عقل وفراست، یادداشت، خوش فہمی اور دقیقہ سنجی میں اس کو یکتا مانتا تھا۔ اس کی مجلس میں ہمیشہ شاہنامۂ فردوسی دیوانِ خاقانی وانوری اور خمسۂ نظامی وغیرہ بلند پایہ کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔ اس کے کتابخانے میں تمام متقدمین شعراء کے دواوین موجود تھے، جن میں سے بیس ہزار عمدہ شعر انتخاب کرکے اس نے ایک خوشخط بیاض مرتب کی تھی۔ شیخ سعدی کے اپنے قلم کے اشعار بھی اس کتاب خانے میں تھے جو شیخ نے شہزادے کو تحفہ میں ارسال کیے تھے۔

شیخ فریدالدین شکر گنج کے پاس بھی کتاب خانہ تھا۔ فوائد الفواد میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی کتاب میں شیخ نجیب الدین متوکل کے کتاب خانے کا بھی مذکور ہوا ہے۔

دولت خاں حاکمِ پنجاب کے بیٹے غازی خاں کا کتاب خانہ بھی بے نظیر تھا۔ جب بابر بادشاہ کے ہاتھ یہ کاغذی ہیرے آئے تو بقولِ فرشتہ اُسے ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے سامان سے زیادہ ان کے ملنے کی خوشی ہوئی تھی۔ اس کتابخانے میں مذہبی علوم سے متعلق کتابیں زیادہ تھیں اور سب کی سب نہایت صحیح اور خوشخط لکھی ہوئی تھیں۔

شاہجہاں کے بڑے بیٹے داراشکوہ نے بھی بڑا عمدہ کتاب خانہ جمع کیا تھا۔ نفحات الانس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا جامی کا ایک نسخہ کتاب خانۂ ریاست رامپور میں محفوظ ہے اس کے سرورق پر دارا شکوہ کی دو دستخطی تحریریں ثبت ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے خود اس کتاب کی تصحیح کی ہے، اور دوسری بار جب اس کا مطالعہ کیا ہے تو اس وقت وہ نوشہرہ (صوبہ سرحد) میں مقیم تھا۔ یہ زمانہ وہی ہے جبکہ داراشکوہ سکینۃ الاولیا لکھنے میں مصروف ہے اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس نے نفحات کے اسی نسخے کو اپنی تصنیف میں پیش رکھا تھا۔

شاہجہاں کی بڑی بیٹی جہاں آرا کے پاس بھی عمدہ کتاب خانہ تھا۔ چنانچہ اس کی اپنی کتاب مونس الارواح کا وہ نسخہ جو اس کے کتاب خانے کے لئے لکھا گیا تھا۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے کتاب خانے میں موجود ہے۔ کتاب خانہ ریاست رامپور میں بھی رسالہ عبداللہ انصاری کا ایک نسخہ محفوظ ہے جو شاہجہاں نے سنہ جلوس میں جہاں آرا بیگم کو دیا تھا۔ اس کے آخری صفحہ پر جہاں آرا بیگم کی دستخطی تحریر ہے۔

عالمگیر کی بیٹی زیب النسا بیگم کا کتاب خانہ ہندوستان کے بڑے نادر کتابخانوں میں گنا جاتا تھا اور اُس کی شہرت ایران و توران تک پھیل گئی تھی۔ بیگم کو عمدہ اور نفیس خط کے نسخے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چونکہ کشمیر میں کاغذ اچھا بنتا تھا اس لئے اس نے ملا محمد شفیع کی نگرانی میں ایک دفتر کشمیر میں قائم کیا تھا، جس میں ماہر خوشنویس اور نقاش وطلاکار ملازم تھے۔ دفتر سے کتابیں نقل ہو ہو کر اس کے پاس آتی تھیں اور یہ انھیں پڑھ کر کتاب خانے میں داخل کر لیتی تھی۔ زیب التفاسیر کا نسخہ اس دفتر میں تیار ہوا تو خود عالمگیر اس کی دیدہ زیبی پر لوٹ گیا تھا۔

مخدوم الملک اور ابوالفیض فیضی کے پاس بھی اچھے کتاب خانے تھے، جو اُن کے مرنے کے بعد اکبر نے بحقِ سرکار ضبط کر لئے تھے۔ فیضی کے کتاب خانے کی چار ہزار چھ سو نفیس اور صحیح کتابوں میں اکثر بخطِ مصنف یا عہدِ مصنف کی تھیں۔ جب ان کتابوں کو چھانٹا گیا تو اعلیٰ درجے کی کتابیں، نظم، طب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجوم، موسیقی۔ اوسط درجہ کی حکمت، تصوف، ہیئت اور ہندسہ کی اور معمولی درجہ کی تفسیر، حدیث فقہ اور دوسرے مذہبی علوم کی نکلیں۔

مغل دربار کے امرا میں سب سے بڑا اور نادر کتابخانہ میرزا عبدالرحیم خانخاناں کا تھا۔ یہ ذخیرہ گجرات، مالوہ، اور خاندیس کی صوبہ داری کے زمانہ میں جمع کیا گیا تھا۔ بڑے بڑے فاضل اس کتابخانے میں ملازمت مل جانے کی آرزو کیا کرتے تھے۔ اور داروغہ، کتابدار، مصور، خوشنویس، طلاکار اور جلد سازوں کا بہت بڑا عملہ اس میں کام کرتا تھا۔ خانخاناں کی دستخطی کتابیں اکثر کتابخانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی قدامت صحت اور خوبصورتی سے اُس کے ذوق پر خاص روشنی پڑتی ہے، کتاب خانۂ ریاست رامپور میں مصابیح السنہ للبغوی کے ایک قدیم الخط نسخے پر خانخاناں نے عربی میں اپنی ملکیت کی عبارت لکھی ہے۔ اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ عربی کا عالم تھا۔

مچھلی شہر (جونپور) کے ایک بزرگ قاضی نثار الدین جعفر کے پاس بھی کتابخانہ تھا جسے قاضی صاحب کے اخلاف نے بہت ترقی دی۔ آخر میں اس کا اکثر حصہ فروخت ہو کر ہندوستان کے دوسرے کتابخانوں میں پہنچ گیا۔ کتاب خانہ ریاست رامپور میں بھی اس کی بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں تاہم اب بھی اس خاندان میں کئی ہزار نسخے موجود ہیں۔

سندھ میں قاضی الدولہ سیوستانی اور میر معصوم بھکری کے کتابخانے، گجرات میں شیخ عبدالقادر حضرمی کا کتابخانہ، دلی میں میرزا محمد حارثی بدخشی صاحب تاریخ محمدی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے کتاب خانے، بلگرام میں میر غلام علی آزاد کا کتابخانہ، میرٹھ میں حکیم غلام محی الدین کا کتاب خانہ اور لکھنؤ میں حکیم مسیح الدولہ کا کتابخانہ بھی بہت بڑا تھا۔ اس آخری کتابخانے کو مولانا شبلی مرحوم نے بھی دیکھا تھا اس زمانے تک یہ آدھا بھی نہ رہا تھا۔ اس کے باوجود مولانا اس کو عدیم المثال کہا کرتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدرسی کتاب خانے ہندوستان کے بادشاہوں اور امیروں نے سینکڑوں عالی شان مدرسے ہندوستان کے مختلف شہروں میں قائم کئے تھے۔ ان میں استادوں اور طلبا کے استعمال کے لئے کتاب خانے بھی قائم کئے جاتے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں جن مدرسوں کے ساتھ کتابخانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک عثمان پور (گجرات) کا مدرسہ ہے۔ احمد آباد (گجرات) کے پاس سابرندی کے کنارے ایک صوفی بزرگ شیخ عثمان نے ایک گاؤں عثمانپور کے نام سے آباد کرکے اس میں ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ گجرات کو اُن سے بڑی عقیدت تھی۔ اُس نے شیخ کے اشارے پر اپنے شاہی کتابخانہ کا بڑا حصہ اس مدرسے کے لئے وقف کردیا تھا۔

دوسرا کتاب خانہ بیدر (دکن) کے مدرسہ میں تھا جسے محمد شاہ بہمنی کے وزیر اعظم خواجہ جہاں محمود گاواں نے ۸۷۶ھ میں تعمیر کیا تھا۔ خواجہ جہاں کے پاس بقول فرشتہ تین ہزار اور بروایتِ صدیقۃ الاقالیم تیس ہزار کتابوں کا ایک کتاب خانہ تھا، جو انھوں نے مدرسے کے لئے وقف کردیا تھا۔

سہسرام میں خانقاہِ شیخ کبیرؒ سے متعلق مدرسہ تھا، جس میں تقریباً ایک لاکھ روپئے کی قیمت کا کتابخانہ بھی تھا۔

فرخ آباد میں سید ولی اللہؒ نے ۱۲۲۴ھ میں ایک مدرسہ تعمیر کرکے اس کے لئے کتابخانہ وقف کیا تھا۔ یہ دونوں کتاب خانے آثارِ خیر کی روایت کے مطابق کچھ مدت پہلے تک موجود تھے۔

عام کتاب خانے بظاہر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عام کتاب خانہ یا پبلک لائبریری یورپ کی ایجاد ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یورپ کی ترقی سے بہت پہلے اسلامی ملکوں میں متعدد پبلک کتابخانے مسلمان قائم کرچکے تھے۔ ہندوستان میں بھی آج سے ۶۳۳ سال قبل دلی کے اندر حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے ایک پبلک کتاب خانہ قائم کیا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اخبار الاخیار میں شیخ کے خلیفہ بنگال اخی سراج کے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ اپنے پیرو مرشد کے وصال کے بعد دلی سے چلے تو شیخ کے عطا کئے ہوئے تبرکات کے ساتھ اُس کتاب خانے کی کچھ کتابیں بھی لے گئے جو شیخ نے حصتہ للہ وقف کر دیا تھا۔ چونکہ شاہ نظام الدینؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور مرجعِ خلائق تھے۔ اس لئے قیاس یہ ہے کہ اُن کا کتابخانہ بھی اُس عہد کا بہت بڑا کتاب خانہ ہوگا۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے اب اُس کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

کتابخانے کا عملہ مذکورہ بالا کتاب خانوں کے انتظام کے لئے مالکِ کتب خانہ کی مالی حالت کے مطابق عملہ بھی نوکر رکھا جاتا تھا۔ تاریخی شہادت یہ ہے کہ بادشاہ اور امرا کے کتاب خانوں میں حسبِ ذیل عہدے تھے۔

(۱) داروغہ یا لائبریرین۔ اس عہدے کا کام پورے کتاب خانے کی نگرانی تھا اور عموماً بڑے بڑے عالم اس خدمت کو انجام دیا کرتے تھے، ان کو تنخواہیں بھی خاص ملتی تھیں اور اکثر بادشاہ کی طرف سے منصب بھی عطا ہوتے تھے۔

(۲) کتابدار۔ ابتدا میں یہ عہدہ داروغہ کے قائم مقام تھا۔ چنانچہ ہمایوں کے وقت تک کتاب خانے کے منتظم کے لئے یہی لفظ تاریخ میں ملتا ہے۔ اکبر کے عہد میں خانخاناں کے یہاں ایک وقت میں کئی کئی کتابدار کام کرتے نظر آتے ہیں، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانے میں ان کا کام کتابوں کی ترتیب اور حفاظت رہ گیا تھا۔ بعض کتابدار خطاطی اور مصوری کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا ابراہیم نقاش، خانخانان کے کتابخانے میں کتابداری پر ملازم تھے۔ مگر عبدالباقی نے ان کے قلم کی کتابیں، تصویریں اور طلاکاری کے بہت سے کام اس کتابخانے میں دیکھے تھے اس عہدے کی تنخواہ کئی سو روپے تک ہوتی تھی۔

(۳) خوشنویس۔ (۴) نقاش یا مصور۔ (۵) مذہّب یا طلاکار (۶) صحاف یا جلدساز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ چار عہدے معمولی تھے، ان کا کام نئی کتابوں کی تیاری اور پرانی کتابوں کی مرمت تھا، ان کی تعداد کتاب خانہ کے لحاظ سے کم زیادہ ہوتی تھی اور تنخواہ بھی کاریگر کی فنی مہارت کے مطابق کم و بیش مقرر کی جاتی تھی۔ آئینِ اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی کتابخانے کے ان کاریگروں کا مشاہرہ پیادہ کی برابر تھا جو اس وقت کے حساب سے پندرہ سے تیس روپے سکۂ انگریزی تک ہے۔

کتابخانے کی فہرست بدقسمتی سے کسی شاہی کتابخانے کی فہرست کا نسخہ ہمارے سامنے ہے جس کی مدد سے فہرست سازی کے اصول متعین کئے جائیں۔ تاہم آئینِ اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی کتاب خانے میں ہندی، فارسی، یونانی، کشمیری، عربی کتابیں علیحدہ علیحدہ رکھی گئی تھیں۔ اور ہر زبان کی کتابوں کو جدا جدا فنون میں تقسیم کر کے ایک فن کو دوسرے سے پہلے رکھنے میں اُس کی ذاتی شرافت، یعنی غرض و غایت کی برتری کا لحاظ کیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک فن کی چند کتابوں کو آگے پیچھے رکھنے میں کتاب کی افادی حیثیت پیشِ نظر تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاہی کتاب خانہ کی فہرست زبان وار اور فن وار تھی۔

فہرست میں کتاب کا پورا حلیہ درج ہوتا تھا جسے دفتری اصطلاح میں چہرہ کہتے تھے اس میں کتاب کا نام، مصنف کا نام، سابق مالک کا نام، واقعی یا تخمینی قیمت، کاغذ کی قسم، طلاکاری وغیرہ امور کے ساتھ یہ بھی لکھا جاتا تھا کہ کتاب کب اور کس طرح کتاب خانہ میں آئی اور اور اس پر کس کس اہم شخص کے دستخط ہیں۔ یہ چہرہ دلی کے شاہی کتاب خانوں کی اکثر کتابوں کے اول یا آخر میں بھی لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہو گا کہ جانچ کے وقت سہولت سے کتاب کو فہرست کے حلیہ سے ملا لیا جائے۔

لیکن اُس زمانہ میں کتاب پر نمبر شمار نہیں ڈالے جاتے تھے۔ ڈاکٹر اشپرنگر نے لکھنؤ کے شاہی کتاب خانوں میں یہ نقص ظاہر کیا ہے لیکن میرٹھ کے حکیم غلام محی الدین کے کتابخانے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام کتابوں پر نمبرِ عام اور نمبرِ خاص درج ہیں۔ چونکہ یہ انیسویں صدی عیسوی کے بزرگ ہیں، اس لئے بعید نہیں کہ انگریزی اثر کے ماتحت نمبر اندازی کی گئی ہو۔

موجودات کی جانچ سال میں ایکبار شاہی کتاب خانے کی جانچ کی جاتی تھی۔ کتاب خانے کا داروغہ کتاب کے حلیے کو فہرست میں لکھے ہوئے حلیہ سے ملا کر کتاب کے اول یا آخر میں "بقید" عرض دیدہ شد یا العرض رسید۔ یا بجائزہ رسید" یا اس کے ہم معنیٰ کوئی جملہ اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ اور اُس عبارت کے نیچے اپنی مہر لگا دیتا تھا۔ اسی طرح جب داروغہ کی بدلی ہوتی یا اُس کا انتقال ہونے پر نیا داروغہ مقرر کیا جاتا تو کتا بخانے کی موجودات کا جائزہ لیا جاتا تھا۔ اس موقع پر جائزہ کے مذکورہ بالا جملہ کے ساتھ اکثر یہ بھی لکھا جاتا تھا کہ کس کی تحویل سے کتاب برآمد ہوئی۔

جانچ کے وقت اگر کتاب کی ظاہری حالت بدستور ہوتی تو" چہرہ وصدیہ سابق بحال" لکھا جاتا، ورنہ چہرے میں اُس فرق کو ظاہر کیا جاتا جو کتاب میں پیدا ہو گیا تھا۔

کتابوں کی حفاظت کتاب کو کیڑے سے بچانے کے لئے نیم کی ہری پتیاں ورقوں کے درمیان میں رکھی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ لفظ "یا کبیکج" بھی اکثر کتابوں کے سرورق پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ عملیاتی لفظ ہے جس کے متعلق پرانے بزرگوں کا خیال تھا کہ اگر کسی کتاب پر لکھ دیا جائے تو اس کو کیڑا نہیں کھاتا لیکن تجربے نے یہ ثابت کر دیا کہ کیڑا خود اس لفظ تک کو کھا لیتا ہے۔

جلد کی حفاظت کے لئے کتاب پر کپڑے کی چولی چڑھائی جاتی تھی یا اُسے کپڑے کے جزدان میں رکھتے تھے۔ یہ طریقہ جتنا جلد کی حفاظت کے لئے مفید تھا اُس سے بڑھ کر فائدہ اس کا یہ تھا کہ ایک کرم خوردہ کتاب اپنے پڑوسی نسخوں تک سہولت کے ساتھ اپنے جراثیم نہیں پہنچا سکتی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان کے موجودہ عربی فارسی کتابخانے

ہندوستان کے پرانے کتابخانوں کے اجڑنے کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں بہت سے نئے عربی فارسی کتابخانے قائم ہوئے۔ ان میں سے کچھ ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں کالجوں اور مدرسوں سے متعلق ہیں۔ کچھ شخصی ہیں اور چند ہندوستان کی ریاستوں کے جمع کئے ہوئے ہیں۔ ان میں قابل ذکر، کتابخانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ۔ کتابخانہ خدابخش خاں پٹنہ، کتابخانہ ندوۃ العلما لکھنؤ، کتابخانہ نواب صدر یار جنگ بہادر حبیب گنج۔ کتابخانہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ کتابخانہ آصفیہ حیدر آباد، کتاب خانہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں ٹونک اور کتابخانہ عالیہ ریاست رامپور ہے۔ لیکن قلمی نسخوں کی کثرت، طلاکاری، نقاشی، اور قدامتِ خط وغیرہ کے لحاظ سے موخر الذکر کتابخانہ ہندوستان کا سب سے بڑا اور قیمتی کتابخانہ ہے۔ خدا کرے یہ ذخیرہ اور پھلے پھولے اور سارا عالم اس سے علمی فائدے اٹھائے۔

کتاب خانہ ریاست رامپور کب قائم ہوا، کیسے کیسے ترقی کی اور اب اس میں کیا کیا اہم اور بیش قیمت نوادر ہیں اس مبحث پر آئندہ عرض کروں گا۔

فیض الباری

(مطبوعہ مصر)

فیض الباری نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کی مشہور ترین اور مایۂ ناز کتاب ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ جو اس صدی کے سب سے بڑے محدث سمجھے گئے ہیں۔ فیض الباری آپ کی سب سے زیادہ مستند عظیم الشان علمی یادگار ہے جسے چار ضخیم جلدوں میں دل آویزی و دلکشی کی تمام خصوصیتوں کے ساتھ مصر میں بڑے اہتمام سے طبع کرایا گیا ہے فیض الباری کی حیثیت علامہ مرحوم کے درس بخاری شریف کے امالے کی ہے جسکو آپکے تلمیذ خاص مولانا محمد بدر عالم صاحب رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے بڑی قابلیت، دیدہ ریزی اور جانکاہی سے مرتب فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رح کی تقریروں کے علاوہ فاضل مؤلف نے جگہ جگہ تشریحی نوٹوں کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادی حیثیت کہیں سے کہیں پہونچ گئی ہے۔ مکمل چار جلدوں کی قیمت سولہ روپے

مکتبہ برہان دہلی قرولباغ

© rasailojaraid.com